ایک حدیث

اچھا شہری بننا

"شہری" کا لفظ "دیہاتی" کے مقابلے میں بولا جاتا ہے لیکن یہاں ہمارا مقصود وہ نہیں۔ شہری سے ہماری مراد یہاں ہر وہ شخص ہے جو ایک بستی میں رہ کر معاشرتی زندگی بسر کرتا ہو خواہ وہ کسی شہر میں رہتا ہو یا گاؤں اور دیہات میں۔ جس آبادی میں کچھ گھرانے آباد ہوں وہاں ایک کے دوسرے پر کچھ حقوق و فرائض ہوتے ہیں اور انہیں سے عہدہ برآ ہونے کا نام ہے شہری بننا۔ انسان کا قدم ہمیشہ تمدن کی طرف آگے بڑھتے رہنا چاہیئے کیونکہ مدنیت ہی وہ شے ہے جو انسان اور عام حیوان میں خطِ امتیاز کھینچتی ہے۔ اور کوئی شخص بھی تمدن کی طرف ارتقائی قدم نہیں اٹھا سکتا جب تک اس میں "شہری حقوق" ادا کرنے کا وافر جذبہ موجود نہ ہو۔ انہیں حقوق کی ادائیگی سے ایک انسان اچھا شہری بنتا ہے۔

کوئی شخص اپنے ماحول میں اچھا شہری کس طرح بن سکتا ہے؟ اس کے لیے اسے کیا کچھ کرنا چاہیئے؟ قرآنِ پاک نے اسے واضح کر دیا ہے۔ اور جہاں اس کے لیے قرآن نے اصولی احکام دیئے ہیں ان کی جزئی تشریحات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر بیان فرمادی ہیں ——— انسان ایک اچھا شہری بن سکتا ہے اُن تمام باتوں کو ملحوظ رکھنے سے جن کا تعلق اخلاق و معاملات کی پاکیزگی سے ہے۔ اخلاق کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ اس کی ذات سے دوسروں کو جسمانی، ذہنی، مالی اذیت نہ پہنچے بلکہ ان تمام قسموں کے فائدے حاصل ہوں۔ اس رجحان کے بغیر کوئی معاشرہ صالح اور خوشگوار نہیں بن سکتا۔ اگر ہم اچھے شہری بننا چاہتے ہیں تو بہت سی ان باتوں کا لحاظ رکھنا پڑے گا جو دیکھنے میں بہت معمولی اور چھوٹی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے نتائج دوررس اور اہم ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک ارشادِ نبویؐ کو دیکھیئے جو ابوداؤد میں حضرت معاذ سے یوں مروی ہے:

اتقوا الملاعن الثلاث البراز فی الموارد و قارعۃ الطریق والظل۔

تین جگہوں پر رفع حاجت کی قابلِ ملامت حرکت سے پرہیز کرو: گھاٹ، سڑک اور سائے دار جگہ۔

یہ تینوں جگہیں ایسی ہیں جہاں سے مقیم اور مسافر گزرتے ہیں یا کچھ دیر قیام کرتے ہیں۔ گھاٹ میں پانی کے عام نل اور کوئیں بھی داخل ہیں۔ سڑک میں عام بڑی سڑکوں کے علاوہ چھوٹے کوچے اور دوسری رہگزروں کو بھی شمار کرنا چاہیئے۔ اسی طرح سائے دار جگہوں میں تمام مسافر خانے اور رہ گزر کے درخت بھی شامل ہیں۔ جو شخص ان جگہوں میں بول و براز سے پرہیز نہیں کرتا اس کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ اسے دوسروں کا کوئی خیال نہیں اور وہ صرف اپنی ذات کے آرام کو پیشِ نظر

رکھتا ہے۔

بعض چھوٹی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے انسانی فطرت کی بہت سی دوسری باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ جو شخص اس قسم کی غلیظ حرکت کرے اس کے بارے میں علم نفسیات کا یہ فتویٰ ہوگا کہ:

۱۔ اس کے اندر خود غرضی ہے۔ وہ اپنا کام تو چلا لیتا ہے لیکن اسے اس کی پروا نہیں کہ دوسروں پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ گویا اس کا دل اجتماعیت کی روح سے خالی ہے۔

۲۔ اس کے اندر صفائی ستھرائی کا مادہ نہیں۔ نہ فقط ظاہری طور پر بلکہ ایسی ظاہری گندگی اس کی اندرونی غلاظت پسندی کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ خدا صفائی پسندوں کو دوست رکھتا ہے (اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ) لیکن وہ خدا کی اس پسند سے بے پروا ہے۔

۳۔ لہٰذا اس میں اچھا شہری بننے کی طرف رغبت نہیں۔

یہ نکتہ خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ حضورؐ نے اس طرح بے موقع غلاظت پھیلانے کی عادت کو ملاعن یعنی قابلِ ملامت حرکت قرار دیا ہے اور اس کا مقصد صرف اسی قدر نہیں کہ بول و براز ہی کے آداب بتائے جائیں بلکہ اس کی غرض عام صفائی رکھنے کی تعلیم دینا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت سعید بن مسیب سے ایک ارشادِ نبوی یوں منقول ہے:

ان اللہ طیب یحب الطیب، نظیف یحب النظافۃ ..... فنظّفوا ..... افنیتکم ..... | اللہ خود پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے۔ ستھرا ہے اور صفائی کو دوست رکھتا ہے ..... لہٰذا تم اپنے گھروں کے صحن کو صاف ستھرا رکھو.....

اچھا شہری بننے کے لیے سب سے پہلے صفائی ستھرائی ہی مطلوب ہوتی ہے۔ صفائی ایک دو چیزوں کی نہیں ہوتی سب سے پہلے دل و دماغ کو تمام غیر مناسب ارادات و خیالات سے پاک رکھنا چاہیئے۔ اس کے بعد اپنے جسم، لباس، گھر، راستے وغیرہ کو ہر طرح کی گندگی اور بدسلیقگی سے پاک صاف رکھنا چاہیئے۔ پھر اس میں ایسی خود غرضی نہ ہو کہ اپنی گندگی کو دوسروں کے راستے میں ڈال کر تکلیف دِہ بنا دے۔ خود غرضی خود ہی ایک اندرونی غلاظت ہے اور اس کے مقابلے میں صفائی ستھرائی یہ ہے کہ دوسروں کو اس کی ذات سے کوئی اذیت نہ پہنچے بلکہ دوسروں کے ساتھ رواداری، ہمدردی اور خیر خواہی کے روابط ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ صرف اپنی غرض پیشِ نظر نہ ہو بلکہ دوسروں کے لیے بھی وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ صفائی ستھرائی اور سلیقہ مندی محض دنیوی باتیں ہیں اور دین سے اس کا کوئی گہرا ربط نہیں۔ اوّلاً تو دین اور دنیا کی یہ تفریق ہی سراسر غلط ہے کیونکہ دین کوئی علاحدہ شے نہیں بلکہ اس دنیا میں خدا کی مرضی کے مطابق رہنے کا نام دین ہے۔ ثانیاً دین ہی کا ایک لازمی تقاضا ہے صفائی ستھرائی اور سلیقہ شعاری۔ اگر قرآن اور اس کے احکام سراپا دین ہیں تو اس میں صفائی ستھرائی کے جو حکم دیئے گئے ہیں وہ بھی عین دین ہیں۔